ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر
صدر شعبہ اردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

بارہ ماہیۂ نجم: تحقیقی و انتقادی مطالعہ

Dr. Abdul Aziz Saher
Head Department of Urdu, Allam Iqbal Open University ,Islamabad

Bara Mahiya-e-Najm: Research and Analytical Study

Bara Mahiya is one of the oldest indigenous poetic genres. Najm-ud-Din Sulemani, a devoted disciple of Khawja Shah Suleman Taunsvi, expressed his mystic and worldly experiences through Bara Mahiya in Urdu. They have been published three times, so far. The present paper gives a analytical study of this remarkable work of Najm-ud-Din. For a better comprehension of the themes and the structure of this work, the details are also given here.

---

(۱)

بارہ ماہیہ: لوک ادب کی ایک اہم صنفِ سخن ہے۔ اس صنفِ اظہار کا فنی اور فکری کینوس اپنے مخصوص موضوع اور معنویت کے اعتبار سے انفرادیت کا حامل بھی ہے اور اہمیت کا باعث بھی۔ شمیم احمد کے بقول:

> ''یہ ایک ایسی نظم ہوتی ہے، جس میں بیوی یا محبوبہ کی زبانی اُن شدید جذبات کا اظہار کرایا جاتا ہے، جن سے وہ اپنے شوہر یا عاشق کے فراق میں دوچار ہے اور اُس عالمِ فراق کو کافی عرصہ گزر چکا ہے۔ چنانچہ وہ نہایت پُر اثر انداز میں اپنے شوہر یا عاشق کو یاد کرتی ہے اور سال کے بارہ مہینوں میں اُس کے جذبات و احساسات پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ انھیں دکھاتی ہے۔ موسموں کی شدت و کیفیت: اظہارِ جذبات کے لیے پس منظر کے طور پر برتی جاتی ہے۔ سال بھر کے مختلف النوع جذبات کے اظہار کی مناسبت سے اِس قسم کی نظم کو بارہ ماسہ کہا جاتا ہے۔''(۱)

بارہ ماہیہ وہ صنفِ اظہار ہے، جس میں مقامی تہذیب و ثقافت کے رنگ اپنی تمام تر جمالیات کے ساتھ منعکس ہوتے ہیں۔ کہانی کے پس منظر میں ہند اسلامی تہذیب کے خط و خال بھی دکھائی دیتے ہیں اور گنگا جمنی تمدن اور معاشرت کی جلوہ آرائی کے

رنگ بھی؛ اِس میں مقامی پرندوں کی چہکاریں بھی حسنِ سماعت میں رس گھولتی ہیں اور برِصغیر پاک و ہند کے موسم بھی اپنی تمام تر کیفیات کے ساتھ طلوع ہوتے ہیں؛ اِس میں دیہاتی اور قصباتی رنگوں کی تاب ناکی کے عکس بھی ملتے ہیں اور اُن کی خوشبو بھی اپنے ہونے کا احساس دلاتی ہے، کیونکہ بارہ ماہیوں میں بقولِ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی:

> ''فراق زدہ عورت (برہنی) عموماً دیہات کی ہوتی ہے، اس لیے اُس کی زبان میں دیہاتی الفاظ عام طور سے پائے جاتے ہیں یا اُن کی آمیزش زیادہ سے زیادہ ہوتی ہے۔ عموماً یہ بارہ ماسے اساڑھ یا ساون کے مہینے سے شروع ہوتے ہیں۔ یہ عورت کبھی اپنی سکھیوں اور سہیلیوں سے مخاطب ہو کر باتیں کرتی ہے، کبھی اُن کی کامیاب اور بھرپور زندگی پر رشک کرتی ہے۔ موسم کے اعتبار سے جو تیوہار آتے ہیں، مثلاً: دسہرہ، دیوالی، ہولی وغیرہ، اِس وقت اُس کا درد والم اور بڑھ جاتا ہے، کیونکہ اُن میں وہ خوشی سے شریک نہیں ہوسکتی۔ مُلا، سیانے، پنڈت، رمال، جوتشیوں وغیرہ کی خوشامد کرتی ہے کہ وہ کوئی ایسا جتن کریں یا تعویذ اور گنڈا لکھیں، جس سے اُس کا بچھڑا ہوا ساجن واپس آ جائے۔ کبھی وہ کوے یا نیل کنٹھ کو قاصد بنا کر بھیجنا چاہتی ہے کہ وہ اُس کا حالِ زار اُس کے پتیم کو جا کر سُناوے اور اُس سے جلد واپسی کے لیے کہے، کیونکہ برسات کی مستی بھری راتیں یا جاڑے کی لمبی راتیں اُس سے تنہا کاٹے نہیں کٹتیں اور سیج پر اُسے نیند نہیں آتی۔ آخر کار سال کے آخری مہینے اُس کا شوہر دفعتاً پردیس سے واپس آ جاتا ہے اور اُس فراق زدہ عورت کا درد وغم مبدل بہ خوشی وخرمی ہو جاتا ہے۔''(۲)

(۲)

اردو میں اگرچہ اِس صنفِ سخن کی روایت کچھ زیادہ قدیم نہیں، تاہم پچھلی تین چار صدیوں میں کئی شاعر اِس فن کدے کے طواف میں سرگرمِ عمل رہے۔ بکٹ کہانی کے مصنف محمد افضل گوپال (م ۱۰۳۵ھ) اِس صنف کے وہ پہلے باقاعدہ شاعر ہیں، جنھوں نے اپنی وارداتِ قلبی اور کیفیاتِ غم کو اِس صنفِ اظہار کے فنی اور تکنیکی پیرائے میں بیان کیا اور اُن کے بعد تو کتنے ہی شاعر اِس طلسم کدے کی طلسماتی فضا کو عکس بند کرنے اور اِس کے آنگنوں میں پھیلتی خوشبو کو کشید کرنے میں مگن رہے۔ انھوں نے اپنے داخلی جذبوں کو خارجی عناصر سے باہم آمیخت کر کے اپنے تخلیقی اظہار کا جادو جگانے کی کوشش کی، جس کے نتیجے میں اُن کے بارہ ماہیوں میں مختلف اور متنوع رنگوں کی بہار دیدنی ہے۔

ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے اردو میں بارہ ماسے کی روایت: مطالعہ و متن کے عنوان سے جو کتاب مرتب کی، اُس میں انھوں نے بارہ (۱۲)، بارہ ماہیوں کا تعارفی اور تنقیدی مطالعہ کیا اور اُن کے متن محفوظ کیے۔ اِن کے علاوہ: ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی، ڈاکٹر مسعود حسین خاں، محمد ذکی الحق، ڈاکٹر محمد صدرالدین فضا، ڈاکٹر انصاراللہ نظر، ڈاکٹر عبدالغفار شکیل اور ڈاکٹر جاوید وشسٹ نے بھی مختلف بارہ ماہیوں پر تعارفی اور تنقیدی مقالات لکھے، لیکن پیشِ نظر بارہ ماہیہ ان تمام محققین اور ناقدین کی توجہ سے محروم رہا، حالانکہ ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے دعویٰ کیا تھا کہ: ''راقم الحروف کے پاس اردو کے تقریباً تمام مطبوعہ بارہ ماسے موجود ہیں۔''(۳)

(۳)

بارہ ماھیۂ نجم ......حاجی محمد نجم الدین سلیمانی (م ۱۲۸۷ھ) کے روحانی اور داخلی تجربوں کا اظہاریہ بھی ہے اور اُن کے عارفانہ اور عاشقانہ جذبوں کا اشاریہ بھی؛ اِس میں استعارے کے رنگ بھی ہیں اور تمثیل کی خوشبو بھی۔ وہ عملاً صوفی صافی اور صاحبِ عرفان و یقین بزرگ تھے۔ سلسلۂ چشتیہ میں خواجہ محمد سلیمان خان تونسوی غریب نواز (م ۱۲۶۷ھ) کے مرید تھے اور خلیفہ بھی۔ انھوں نے بارہ ماہیے کی صنف کے پیرائے میں اپنے روحانی کرب کو تخلیقی وجدان کی آمیزش سے اِس طرح باہم آمیخت کیا کہ حقیقت کی بے رنگی: مجاز کے رنگوں سے مزین ہوگئی۔ یہ بارہ ماہیہ شاعر کی وارداتِ قلبی اور مکاشفاتِ وجدانی کی وہ داستانِ عشق ہے، جو رنگ کے آنگن میں بے رنگی کی تجلیاتی صداقتِ احساس کا منظر نامہ تشکیل دیتی ہے۔ یہ بارہ ماہیہ وہ سرِ دلبراں ہے، جو حدیثِ دیگراں میں نہیں، خود شاعر کی زبانی منکشف ہوا؛ اِس میں ہجر و فراق کا کرب بھی ہے اور وصالِ یار کی لطف آفرینی بھی؛ اِس میں خارجی عناصر کے مناظر بھی ہیں اور داخلی جمالیات کی باز آفرینی بھی؛ اِس میں حمد اور نعت کی معنوی ترنگ بھی ہے اور پیر و مرشد کے وصال کی اُمنگ بھی؛ اِس میں حُسنِ خیال کی نمود بھی ہے اور خیالِ حُسن کا وجود بھی؛ اِس میں حقیقت بھی ہے اور کہانی بھی۔ یہ مختلف اور متنوع رنگ مل ملا کر ایک ایسی بے رنگی کے ترجمان ہیں، جو زندگی اور اِس کی تمام تر معنویت کو اپنی گرفت میں لیے ہوئے ہے۔ شاعر نے اپنے پیر و مرشد کے فراق میں، اپنی وارداتِ غم کا جو سماں باندھا ہے، وہ بارہ ماہیے کے ہر اک لفظ سے آشکار ہے۔ تشبیہ اور تمثیل کی ہم آہنگی سے کہانی کے بیانیے کا منظر نامہ: فکر و آہنگ کی جس صورت میں متشکل ہوا، وہ پیش منظر کی طلسماتی فضا کا معنوی اشاریہ مرتب کرتا ہے۔ اِس سے تخلیق کا فکری پس منظر: عشق اور سرمستی کے جذباتی رویوں سے ہم آہنگ ہوکر، فراق اور ہجر کے تلازماتی آفاق کو اِس طرح وسعت آشنا کرتا ہے کہ موسموں کے بدلتے منظر نامے شاعر کی باطنی کیفیات سے طلوع ہوتے ہیں۔ مجاز کے تناظر میں حقیقت کی بصیرت افروز معنوی فضا، اُن کے اِسی وجدانی تجربے کی بازگشت سے پیالہ گیر ہے۔ وہ جہانِ معنی کی وجدانی اپیل کو تشبیہ اور تمثیل کے فنی پیرائے میں اظہارِ ذات کے خارجی اور معنوی رویوں کا ایسا امتزاجی اسلوب عطا کرتے ہیں، جو اُن کے ہاں کشفِ ذات سے انکسارِ ذات تک کے مراحل کا اثباتی اظہاریہ منکشف کرنے میں معاون ہے۔ اِس میں تجربے کے رنگ بھی بکھرتے ہیں اور مشاہدے کی وجدانی خوشبو بھی رقص کناں رہتی ہے۔ یوں مجاز سے حقیقت اور حقیقت سے مجاز کے مابین سفر: گنجینۂ معانی کی طلسماتی خوش آہنگی کا اظہاریہ بن جاتا ہے، جس میں کرب اور دکھ کی دھوپ بھی پڑتی ہے اور حسنِ وصال کی خوش رنگی کے پھول بھی کھلتے ہیں۔

(۴)

محمد نجم الدین سلیمانی حاجی صاحب کے لقب سے ملقب تھے۔ وہ خواجۂ بزرگ غریب نواز (م ۶۳۳ھ) کے خلیفہ سلطان التارکین خواجہ حمید الدین ناگوری (م ۶۷۳ھ) کی اولادِ پاک نہاد سے تھے۔ جے پور کے مضافاتی قصبے جھنجھنوں میں رمضان کی تیسری تاریخ جمعے کے دن ۱۲۳۴ھ کو متولد ہوئے۔ والدۂ محترمہ کا نام سردار بی بی اور والدِ گرامی کا نام شیخ احمد بخش تھا، جو سلسلۂ نقش بندیہ میں شاہ ارادت اللہ سے بیعت تھے۔ حاجی صاحب کی رسمِ بسم اللہ معروف قادری بزرگ مولوی محمد

رمضان مہمی کی نگرانی میں ہوئی۔ انھیں سے قرآن کریم پڑھا۔ فقہ اور ادبیات کی تعلیم کے بعد، ۱۰۔ شعبان ۱۲۵۳ھ کو خواجہ محمد سلیمان تونسوی غریب نواز کے مرید ہوئے۔ تونسہ مقدسہ میں خواجہ تونسوی کے مرید و خلیفہ محمد باران خان (م ۱۲۵۴ھ) سے رشحات، لمعات، فصوص الحکم اور فتوحاتِ مکیہ اور اپنے پیرومرشد سے کشکول، لوائح، عشرۂ کاملہ، آداب الطالبین اور دیوانِ حافظ کا درس لیا۔ ۶۔ محرم ۱۲۵۴ھ کو بابا فریدالدین گنج شکر کے عرس کے موقع پر پاک پتن میں خلافت سے فیض یاب ہوئے اور مرشد کے حکم پر فتح پور شیخاواٹی میں خانقاہ قائم کی اور ہزاروں افراد کی روحانی تربیت کی۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اُن کے ۲۶ خلفا کی فہرست دی ہے۔ (۴)

وہ ۱۲۸۷ھ کو فوت ہوئے اور فتح پور شیخاواٹی میں آسودۂ خاک ہوئے۔

حاجی صاحب نے اردو اور فارسی میں جو کتابیں لکھیں، اُن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

مناقب المحبوبین	مناقب الحبیب	بیان الاولیاء
قبالاتِ نجمی	افضل الطاعت	احسن العقائد
نجم الآخرة	نجم الواعظین	احسن القصص
تذکرة السلاطین	مناقب التارکین	فضیلة النکاح
تذکرة الواصلین (دفتر اوّل و دوم)		نجم الهدایه
راحت العاشقین	حیات العاشقین فی لقاءِ رب العالمین	
شجرة المسلمین	سماع السامعین فی ردالمنکرین	
مقصودالعارفین	مقصودالمرادین فی شرح اورادِ نصیر الدین	
هدایت نامه	شجرة الابرار	شجرة العارفین
دیوانِ خواجه نجم	پیوملانی غیر بھلانی	گلزارِ وحدت
ماحی الغیریت	پریم گنج	باره ماهیۂ نجم

حاجی صاحب کے صاحبزادے اور جانشین مولانا محمد نصیرالدین (م ۱۲۹۷ھ) نے اُن کے حالات اور ملفوظات میں نجم الارشاد کے عنوان سے ایک کتاب بھی مرتب کی، جو ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔ اس کا منحصر بہ فرد قلمی نسخہ درگاہ نجم الدین سلیمانی، فتح پور شیخاواٹی میں محفوظ ہے۔

(۵)

باره ماهیۂ نجم شوال ۱۲۵۸ھ کو مکمل ہوا۔ شاعر نے خود لکھا ہے کہ:

و سنہ ہجری تھی بارہ سی اٹھاون
ہوا پورا یہ قصہ من لبھاون

شاعر کی زندگی میں اِس دلچسپ اور دلکش قصے کو اشاعت کی روشنی میسر نہ آئی اور یہ لباسِ طباعت سے محروم رہا۔ یہ قصہ اپنی تخلیق کے چونتیس سال بعد حسنِ طباعت سے روشناس ہوا۔ اُس وقت شاعر کو دنیا سے رخصت ہوئے پانچ سال ہو چکے تھے۔

بارہ ماھیۂ نجم نسخۂ بمبئی:

صاحبِ کلام کے صاحبزادے اور جانشینِ اول مولانا محمد نصیر الدین کی اجازت اور محمد نصیب خاں اور فقیر محمد چشتی کے حسنِ اہتمام سے یہ مجموعہ ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء میں اشاعت پذیر ہوا۔ طباعت کی سعادت مطبع الحسینی دربھنڈی بازار، بمبئی کے حصے میں آئی۔ یہ مجموعہ ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ کاتب نے شاعر کی بیاض سے یہ نسخہ کتابت کیا۔ کتابت کے دوران میں، اُس سے بعض اغلاط بھی سرزد ہوئیں، جو مابعد نسخوں میں بھی درآئیں۔ کاتب نے جو کچھ لکھ دیا، اُس کا اصل متن کے ساتھ تقابل نہیں کیا گیا، جس کی وجہ سے اغلاط کی تصحیح نہ ہو سکی۔ بارہ ماہیے کا متن ۴۶ صفحات کو محیط ہے۔ ص ۴۶ پر کسی عربی شاعر کے دو شعر نقل ہوئے ہیں۔ بعد ازاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ایک نعتیہ قصیدے کے آٹھ اشعار دیے گئے ہیں۔ قصیدے کے بعد محمد نصیب خاں کی طرف سے 'خاتمۂ کتاب' کے عنوان سے ایک عبارت دی گئی ہے: کہ کوئی بھی شخص اِس بارہ ماہیے کو بلا اجازت چھاپنے کا قصد نہ کرے، بصورتِ دیگر ایکٹ نمبر ۲۵ (۱۸۶۲ء) کے مطابق اُس کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی۔ 'خوب نو تاریخ' (۱۸۷۵ء) اور 'لکھی: عمدہ بھئی غم کی کھانی' (۱۲۹۲ھ) سے بالترتیب عیسوی اور ہجری تاریخ ہائے طباعت بھی استخراج کی گئی ہیں۔

بارہ ماھیۂ نجم نسخۂ اجمیر:

یہ ایڈیشن حاجی نجم الدین سلیمانی کے تیسرے سجادہ نشین مولانا غلام سرور (م ۱۳۷۲ھ) کی اجازت اور منشی علاء الدین خاں سرسودیہ کی فرمائش پر معین پریس، اجمیر میں طبع ہوا۔ صفحات کی تعداد ۴۸ ہے۔ بارہ ماہیے کا متن پینتالیس (۴۵) صفحات میں آیا ہے۔ ص ۴۶ پر کسی نامعلوم عربی شاعر کے دو نعتیہ اشعار ہیں، پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نعتیہ قصیدے کے آٹھ اشعار دیئے گئے ہیں۔ اِن کے بعد 'خاتمۂ کتاب' کے عنوان سے وہ عبارت بھی نقل کی گئی ہے، جو پہلی بار محمد نصیب خاں نے چھاپی تھی۔ ص ۴۸ پر نبیرۂ مصنف مولانا غلام سرور نے کتاب اور صاحبِ کتاب کے حوالے سے دس اشعار کہے ہیں اور آخری شعر کے مصرعِ ثانی (چھپ گیا کیا نسخۂ اسرارِ حق) سے سنۂ طباعت (۱۳۵۶ھ) استخراج فرمایا ہے۔

بارہ ماہیے کی دونوں اشاعتوں کے مابین چونسٹھ سال کا عرصہ حائل ہے۔

بارہ ماھیۂ نجم نسخۂ فتح پور:

بارہ ماھیۂ نجم کا تیسرا ایڈیشن دیوناگری رسم الخط میں ۱۴۲۹ھ میں فتح پور شیخاواٹی سے اشاعت پذیر ہوا۔ پیر غلام جیلانی نجمی نے 'وضاحت سہ بارہ طباعت' کے عنوان سے اپنے پیش لفظ میں لکھا ہے:

''اب چونکہ نسخۂ بارہ ماہیہ مذکورہ کی چند جلدیں ہی چند حضرات کے پاس رہ گئی ہیں۔ وہ بھی دن بہ دن

[؟] معدوم ہوتی جارہی ہیں، اس لیے اِس فقیر کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ اِس نایاب تحفہ بارہ ماہیۂ مذکورہ مزید سہ بارہ ترتیب دے کر بارہ ماهیه نجم الاولیا کے نام سے بخطِ ہندی طالبانِ حق کی رہنمائی کے لیے شائع کروا کر شاہِ ولایت خواجہ نجم الدین صاحب کی خوشنودی حاصل کی جاوے۔ الحمدللہ المنتہ راسخ الیقین جناب سکندر خاں چوہان ولد حاجی اصغر شیخاواٹی نے نسخۂ بارہ ماهیه نجم الاولیا کو چھپوا کر سعادت حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ انھیں اجرِ عظیم عطا فرمائے۔'' (۵)

یہ مجموعہ ۱۲۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ اِس میں کتابت کی وہی غلطیاں موجود ہیں، جو اِس سے قبل پہلے اور دوسرے ایڈیشن میں موجود تھیں۔

(۶)

بارہ ماہیۂ نجم سات سو ستاون (۷۵۷) اشعار پر مشتمل ہے۔ آغاز میں سات شعر حمدیہ ہیں۔ پھر دو دوہے ہیں، جن سے شاعر نے گریز کا کام لے کر حمد سے نعت کا سفر کیا ہے۔ اگلے چھے شعر نعتیہ ہیں۔ وحدۃ الوجودی آہنگ میں نعتیہ منظر نامہ: تخلیقی جمالیات کا ایسا اظہاریہ ہے، جو حسنِ ازل کی تنزیل اور تعینات میں جلوہ آرائی پر گواہ بھی ہے اور اُس کی ماورائی اور تجریدی معنویت کی دلیل بھی۔ نعتیہ آہنگ وحدۃ الوجودی صداقتِ احساس اور تصورِ حقیقت کے معنوی احساس کی بدولت شاعر کے پیرو مرشد کی صورت میں ڈھل کر، جمالیاتی طرزِ فکر کی ایک نئی صورت کا انکشاف کرتا ہے، جو شاعر کی تخلیقی بصیرت اور وجدانی معنویت کا ترجمان ہے۔

اِس بارہ ماہیے میں مختلف مہینوں کے موسمی احوال اور اُن کے خارجی مناظر کی تصویریں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ کسی بھی مہینے کا آغاز ہوتے ہی شاعر موسمی ماحول کی تصویر کشی کے بجائے جب اپنے باطنی احوال اور داخلی کیفیات کا تجرباتی آہنگ: تخلیقی احساس کی رعنائی سے معطر کرتا ہے، تو بارہ ماہیے کے بین السطور ہند اسلامی تہذیب کا فکری اور فنی آہنگ اپنی تمام تر جمالیات کے ساتھ منعکس ہو جاتا ہے۔

سات سو ستاون (۷۵۷) اشعار کو شاعر نے بارہ مہینوں میں جس طرح منقسم کیا ہے، اُس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

تمہید (دوہرے ۱۴+ اشعار ۷۱= ۸۵)، ماہ ساون (دوہرے ۸+ اشعار ۴۷= ۵۵)، ماہ بھادوں (دوہرے ۴+ اشعار ۵۵= ۵۹)، ماہ اسوج (دوہرے ۴+ اشعار ۲۰= ۴۲)، ماہ کاتک (دوہرے ۴+ اشعار ۳۱= ۳۵)، ماہ مگر (دوہرے ۴+ اشعار ۳۵= ۳۹)، ماہ پوہ (دوہرے ۶+ اشعار ۵۵= ۶۱)، ماہ ماس (دوہرے ۱۰+ اشعار ۵۹= ۶۹)، ماہ پھاگن (دوہرے ۵+ اشعار ۴۶= ۵۱)، ماہ چیت (دوہرے ۲+ اشعار ۳۵= ۳۷)، ماہ بیساکھ (دوہرے ۸+ اشعار ۶۹= ۷۷)، ماہ جیٹھ (دوہرے ۲+ اشعار ۶۶= ۶۸)، ماہ اساڑ (دوہرے ۸+ اشعار ۸۹= ۹۷)

فارسی اشعار: ۴۳+ ۱۰ مصرعے

عربی اشعار: ۴+ ۷ مصرعے

دوہرے: ۷۹

اقتباس اشعار: اسیری کا ایک مصرع عربی، کبیر داس کا ایک دوہا اور جامی کے چار فارسی شعر

(۷)

بـارہ مـاهیـۂ نجم نسخۂ بمبئی اور نسخۂ اجمیر میں املا کی کچھ ایسی صورتیں دکھائی دیتی ہیں، جو ہمارے ہاں انیسویں صدی میں مروج رہی ہیں، مثلاً:

(۱) بعض الفاظ میں واؤ کا ایزاد: اوس، اوڈیکا، اون، دوکھ وغیرہ

(۲) بعض الفاظ میں یائے مجہول اور معروف کا ایزاد، جیسے: دیکھایا (دکھایا)، دیکھاوے (دکھاوے) وغیرہ

(۳) یائے مجہول اور معروف میں تفاوت کو ملحوظ نہیں رکھا گیا، جیسے: ہے (ہی)، ہی (ہے)، اوکھے (اوکھی)، پینڈی (پینڈے)، پرانی (پرانے) وغیرہ

(۴) بعض الفاظ کے آخر میں ہائے ملفوظی کا ایزاد کیا گیا، مثلاً: یھہ (یہ) مجہہ (مجھ)، یہہ (یہ) وغیرہ

(۵) ہائے کہنی دار اور ہائے دوچشمی کے مابین فرق نہیں کیا گیا، مثلاً: دیکہی (دیکھی)، ٹہکانے (ٹھکانے)، اندہیرا (اندھیرا)، سمجہاوے (سمجھاوے)، آدہی (آدھی)، اندہیار (اندھیار)، پڑہنے (پڑھنے)، بہادوں (بھادوں)، بہی (بھی)، دہن (دھن)، منجدہار (منجدھار)، تمہاری (تمھاری)، سبہی (سبھی) وغیرہ

(۶) ہائے ہوز اور ہائے دوچشمی میں فرق روا نہیں رکھا گیا۔

(۷) بعض الفاظ کو ہائے ہوز کے بجائے ہائے حطی سے لکھا گیا، جیسے: مرحم (مرہم) وغیرہ

(۸) قدیم روشِ املا کے مطابق لفظوں کو جوڑ کر لکھنے کی روایت کو برقرار رکھی گیا، جیسے: اوسرات (اُس رات)، اوسکیکا (اُسی کے کا)، جگمین (جگ میں) تنکی (تن کی) وغیرہ

(۹) بعض الفاظ کو توڑ کر لکھا گیا، مثلاً: جھول تی (جھولتی)، لی نا (لینا)، اوڑی کا (اوڑیکا)، کھٹ کا (کھٹکا) وغیرہ

(۱۰) بعض الفاظ ہائے دوچشمی کے بغیر لکھے گئے، مثلاً: مج (مجھ)، تج (تجھ) وغیرہ

(۱۱) بارہ ماہیے کے متن میں نون اور نونِ غنہ میں تفریق روا نہیں رکھی گئی، مثلاً: شیرین (شیریں)، کہین (کہیں)، دوجہان (دوجہاں) وغیرہ

(۱۲) بعض الفاظ میں کافِ ہندی کے بجائے کاف برتا گیا۔

(۱۳) بعض الفاظ کے املا میں 'ظ' اور 'ذ' کی تخصیص نہیں کی گئی، جیسے: 'نذر' کو 'نظر' لکھا گیا۔

(۱۴) ایک آدھ لفظ کے آخر میں نونِ غنہ کا ایزاد کیا گیا، جیسے: کئیں (کئی) وغیرہ

(۱۵) بعض الفاظ میں ہائے مختفی کے بجائے یائے معروف اور یائے مجہول کا استعمال

کیا گیا، جیسے: پی (پہ)، پے (پہ) وغیرہ

(۱۶) بعض الفاظ میں یائے مجہول کے بجائے ہائے مختفی کا استعمال کیا گیا، جیسے: دہے (دے) وغیرہ

(۱۷) بعض الفاظ میں مختلف حروف کا ایزاد کیا گیا، مثلاً: بجلی (بجلی)، یکدام (یک دم) وغیرہ

(۱۸) بعض الفاظ میں مختلف حروف کی تخفیف کی گئی، جیسے: آنک (آنکھ)، بچاری (بیچاری)، بنائی (بینائی) وغیرہ

بارہ ماھیۂ نجم میں:

(۱) بعض الفاظ اپنے درست تلفظ کے بجائے علاقائی اور مقامی تلفظ کے مطابق نظم ہوئے، مثلاً: عَقَل بجائے عَقْل، ذِکَر بجائے ذِکْر، مَرَض بجائے مَرَض وغیرہ۔

(۲) بعض پنجابی الفاظ غلط تلفظ میں نظم ہوئے، مثلاً: سُرْت بجائے سُرَت، سَرْس بجائے سَرَس۔

(۳) بعض الفاظ کی تذکیر و تانیث پر علاقائی اور مقامی زبانوں کے اثرات دکھائی دیتے ہیں، جیسے: دارو، حاجت روا اور راہ وغیرہ۔ شاعر نے اوّل الذکر دو الفاظ کو مؤنث اور مؤخر الذکر کو مذکر برتا ہے۔

(۴) کئی مقام پر شاعر نے فارسی لفظ ناحق (نا+حق) پر ہندی کے سابقے الف (ا) کا ایزاد کر کے اِسے نفی کے معنوں میں برتا ہے، حالانکہ اِس لفظ میں 'نا' کا سابقہ نفی کی معنویت کا اظہار یہ مرتب کر رہا ہے۔

(۵) کئی جگہ شاعر نے 'نہ' اور 'مت' کو یکجا استعمال کیا ہے۔

(۶) اکثر مقامات پر صوتی قوافی استعمال کیے گئے ہیں، جیسے: 'سین' اور 'شین'، 'تھے' اور 'ٹے' اور 'ڈال' اور 'رے' اور 'رے' اور 'ڑے' وغیرہ کو باہم قافیہ کیا گیا ہے۔

لفظی، معنوی، صرفی اور نحوی جمالیات:

برج الفاظ: ستی، سیں، سیتی، سیتیں، سوں وغیرہ

پنجابی الفاظ: پینڈے، اوکھے، کدھی، اوٹھی، توں، کنی، کن، وسے، جھک، کودایا، پیڑ، چنگا، جیبھ، جگ، سرس، سرت، دارو، بچارا، دکھیا، مت (مبادا) وغیرہ

سندھی الفاظ: کرہا، کرہلا وغیرہ

کھڑی الفاظ: سیانی، نسدن، برہ، درس، نیارا، دوؤ، بجن، فالی، سگن، ساجن وغیرہ

ہندی الفاظ: پیتم، پییت، پی، پیو، پیا، مکھ، مکھڑا، نانو، سدھنا، ناگن، رین، نین، گاڑری، سکھی، بید، کارنی، ٹاٹی، درشن، ماس، نسنگ، مڑار، ریکھ، کرتار، جتن، بینہ، نیہ، جنیو، گیان، دھیان، بھئی، بھیا وغیرہ

راجستھانی الفاظ: ہرد، اوسیر

مذہبی اور متصوفانہ لفظیات: بسم اللہ، رحمٰن، رحیم، معبود، بے جہت و مکاں، مقصود، دو جہاں، موجود، ظاہر، جلوہ، تجلی، اوّل، آخر، واللہ،

شکلِ لایزالی، نقاب، ذرہ، مکھ، میم، غفور، احمد، ظہور، رمز، دستور، رنگ، بے رنگ، محمدؐ، لباسِ احمدی، رازِ سرمدی، اظہار، شانِ یوسفی، جمالِ یوسفی، زلیخا، عشق، عاشق، معشوق، پیر، مرشد، طبیبِ عشق، خدا، دوعالم، نظارہ، جلوہ گر، مشتاق، راہِ دل، طالبِ یار، مقبول، غیر، فنا، پردہ، ہستی، دل، سلیم القلب، برہان، نبی، قول، درگاہِ باری، کامل، مطیع، جن و انس، حاجت روا، فیض، مقرب، قبلۂ حاجت، نکاح، قیس، لیلیٰ، شیریں، فرہاد، قبر، منکر نکیر، ولی، حق، وظیفے، الحمدللہ، واصل، مسجد، غفلت، صورت، توجہ، تصور، حشر، محشر، قیامت وغیرہ

تراکیب: بارِ ہجراں، عذابِ ہجر، شرابِ ارغوانی، غمِ دارین، مئے وحدت، لختِ دل، ایامِ غم، احوالِ دل، زکوٰۃِ حُسن، شاہِ جہاں، قولِ یار، بارِ ہجر، روئے جانی، روئے سجن، خدنگِ ہجر، پیشِ جانی، گفتارِ غم، دردِ دل، آتشِ سینہ، حبِ جہاں، شۂ گلشن، شکلِ لایزالی، بے جہت ومکاں، لباسِ احمدی، رازِ سرمدی، جمالِ یوسفی، قلوبِ عاشقاں، سلیم القلب، ذاتِ باری، نصف الملاقات وغیرہ

مصادر کی مختلف صورتیں:

(۱): واؤ کے ایزاد کے ساتھ: آونا، جاونا، رولانا، لوبھانا، بلاونا، دکھاونا، سہاونا، باونا وغیرہ

(۲) الف کی تخفیف اور علامتِ نون کے ساتھ: کہن، سنن، ملن، آون، ڈھونڈن، مرن، پوچھن، جلاون، دلاون وغیرہ

(۳) وہ مصادر جو مختلف زبانوں اور بولیوں کے ارتباط سے اردو میں مروج رہے، مگر اب یہ متروک ہو گئے ہیں، جیسے: تیاگنا، لاگنا، قبولنا، سوکھنا، کوکنا، وسنا، سارنا، چھالنا، پھٹنا، کیلنا، بھجانا، پٹھانا، کھوسنا، اڈیکنا، چسنا (روشن کرنا)، بڑنا (داخل ہونا)، چکارنا، کودانا، کاڈنا، تجنا، باونا (ڈالنا)، چھاڈنا (چھوڑنا) وغیرہ

(۴) بعض مصادر کے آخر میں نونِ غنہ کا ایزاد: بھاناں، جاناں، سہاوناں وغیرہ

اسمِ اشارہ: جا (جو، جس)، وا (وہ، اُس) وغیرہ

اسمائے ضمیر: تُمری (تمھاری)، ہمری (ہماری)، توں (تو)، توہ (تو)، تیں (تو)، تہاری (تمھاری)، جنھوں (جن)، انھوں (اُن)، جن (جس)، اُن (اُس)، مو (میں، مجھ، میرا، مجھے) وغیرہ

اِس بارہ ماہیے میں جمع بنانے کی چار صورتیں دکھائی دیتی ہیں:

(الف) 'اں' سے جمع بنانے کی مثالیں: سکھیاں، نیناں، رمزاں، کاناں، پیتاں، بتیاں، مبارکاں، مراداں، نفلاں، غریباں، نصیباں، عندلیباں، قندیلاں، تعویذاں، معشوقاں، پھولاں، انکھیاں، خوشیاں، گھراں، باتاں، جھڑیاں، چوڑیاں، ماریاں، ساریاں، پیاریاں،

ناریاں، تیرتھاں، پہاڑاں، بہاراں، دلاں، گاریاں، تقصیراں، قدرتاں وغیرہ

(ب) 'وں' سے جمع بنانے کی مثالیں: نینوں، چشموں، وصفوں، دلوں، مستحقوں، نصیبوں، انکھیوں، وقتوں، راتوں، کرموں، گلابوں، سکھیوں، اگنوں، سیانوں، ملکوں، تارکوں طبیبوں وغیرہ

(ج) 'یں' سے جمع بنانے کی مثالیں: ہاریں، سہیلیں وغیرہ

(د) 'ے' کے ساتھ جمع بنانے کی مثالیں: بھروسے، دل فگارے، چارے، چھالے، وظیفے وغیرہ

اردو بارہ ماہیوں کی قدیم اور مروّجہ روایت کے مطابق اِس بارہ ماہیے میں بھی کئی الفاظ میں مختلف حروف کو ایک دوسرے پر ترجیح دی گئی ہے، مثلاً:

(۱) حرف 'لام' پر 'رے' کو ترجیح دی گئی ہے، جیسے: بوری (باولی)، بادری (بادل)، پیری (پیلی)، جارے (جلائے)، ٹارے (ٹالے)، کاری (کالی)، بورا (باولا)، جارنا (جلانا)، جروں (جلوں)، باورے (باولے)، بار (بال) وغیرہ

(۲) ایک آدھ لفظ میں 'ڑے' پر 'رے' کو ترجیح دی گئی ہے، مثلاً: موری (موڑی) وغیرہ

(۳) 'فے' پر 'پھے' اور 'ضاد' پر 'زے' کو ترجیح دی گئی ہے، مثلاً: پھیز (فیض) وغیرہ

بارہ ماہیۂ نجم میں شاعر نے اردو زبان کی قدیم روایت کے زیرِ اثر مختلف حروف کو محذوف رکھا ہے۔ چند مثالیں:

کر:

کوئی گل ٹانک دستارِ سجن پر

کے:

کہ ہارا جس لیے سارا جو مارا

کری ہرگز نہ یاری اُس کرم نے

نے:

کہ جس مجھ ناتواں کا دل ہرا ہے

جـــعـــلـــنـــانـــومـــکـــم جو حق کہا ہے

میں چلتے وقت اُن کو کہہ دیا تھا

کو:

کہ اس کرنے سے پیتم گھر میں آوے

کہ جس دیکھے سے سب دکھ دور جاوے

کی:

جدائی یار نے دل جار گھیرا

افعال:

(۱)فعل حال کے اظہار کے لیے افعال کی چند صورتیں:

(الف)i۔ جروں ہوں (جل رہی ہوں)، مروں ہوں (مر رہی ہوں)، ڈروں ہوں (ڈر رہی ہوں)، پھروں ہوں (پھر رہی ہوں) وغیرہ

ii۔ جرے ہے (جل رہا ہے)، مرے ہے (مر رہا ہے)، کرے ہے (کر رہا ہے) وغیرہ

iii۔ کری ہوں (ہوئی ہوں، کی ہے، کر رہی ہوں) وغیرہ

iv۔ بسے ہے (بستا ہے، رہتا ہے) وغیرہ

v۔ کوکے ہے (کوکتا ہے) وغیرہ

(ب) i۔ سووتا ہے (سو رہا ہے، سوتا ہے)، ہووتا ہے (ہو رہا ہے، ہوتا ہے) وغیرہ

ii۔ جاوتی ہے (جاتی ہے، جا رہی ہے) وغیرہ

iii۔ آوتا ہے (آتا ہے، آ رہا ہے)، بھاوتا ہے (بھاتا ہے) وغیرہ

(ج): کریں ہیں (کرتی ہیں) وغیرہ

(د): بھگو ہو (بھاگتی ہو، بھاگ رہی ہو)، لگو ہو (لگتی ہو) وغیرہ

(ہ): پھاٹت ہے (پھٹ رہا ہے) وغیرہ

(و): نکست ہے (نکل رہا ہے) وغیرہ

(ز): کوکت ہیں (کوک رہے ہیں) وغیرہ

(ح): بسیں ہیں (بستے ہیں، رہ رہے ہیں) وغیرہ

(ط): آوے ہے (آئے ہے، آتا ہے) وغیرہ

(ی) لگوں ہوں (لگتی ہوں) وغیرہ

(۲)فعل مضارع اور فعل مستقبل کے استعمال کی مختلف صورتیں:

(الف): ہووے (ہو، ہوگا) وغیرہ

(ب): جاویں (جائیں)، آویں (آئیں)، کہاویں (کہلائیں)، سناویں (سنائیں) وغیرہ

(ج): جاوے (جائے)، پاوے (پائے) وغیرہ

(د): ہوو (ہو) وغیرہ

(ہ): ہیگا (ہے، ہوگا) وغیرہ

(و): ہینگی (ہے، ہوگی) وغیرہ

(ز): ہینگے (ہیں، ہوں گے) وغیرہ

(ح): ہووے گی (ہوگی) وغیرہ

(ط): رہ گئی (رہے گی) وغیرہ

(ی): ہوویں گے (ہوں گے) وغیرہ

(ک): پہنچ سی (پہنچے جائے گا) وغیرہ

(ل): ہوئے سی (ہوگا) وغیرہ

(م): آؤسی (آئے گا)، پاؤسی (پائے گا) وغیرہ

(۳) فعل ماضی کے استعمال کی مختلف صورتیں:

(الف): جروں تھی (جل رہی تھی)، رہوں تھی (رہتی تھی، رہ رہی تھی) وغیرہ / (ب): ہویا (ہوا) وغیرہ

(ج): ہووی (ہوئی) وغیرہ / (د): کیتا (کیا) وغیرہ / (ہ): دینو (دیا) وغیرہ / (و): کینا (کیا) وغیرہ

(۴) فعل امر کے اظہار کی صورت آرائی:

کہیو (کہو)، رہیو (رہو)، مانیو (مانو)، لائیو (لاؤ)، جانیو (جانو) وغیرہ

ضمیر جمع غائب کے لیے واحد فعل کا استعمال:

کہ تھی جوبن اندر بھرپور ساری

جوان و خوبرو یک رنگ سب تھی

حقیقت میں تھی ہم یک نور ساری

کہ یک ڈیرے کے اندر سنگ سب تھی

گئی لے کے سبھی تحفے پیا کن

جو تھی ساتھن زلیخا کی وے ساری

تمامی خواہشیں دل سے مٹائی

جمع متکلم کے لیے واحد فعل کا استعمال:

ہر اک طرح کے ہم سب کھیل کھیلی

واحد متکلم کے لیے جمع فعل کا استعمال:

صبا جو باغ میں دیکھے سجن کو
کریں یہ عرض میرے ذوالمنن کو

(۸)

لسانی اعتبار سے نجم الدین سلیمانی کی زبان کا دائرۂ اثر کئی زبانوں اور بولیوں کے اثرات کو محیط ہے۔ اِس میں ہریانی کا رنگ بھی ہے اور راجستھانی کا رس بھی؛ پنجابی کی خوشبو بھی ہے اور برج کا آہنگ بھی؛ سندھی کے چند الفاظ بھی اِس بارہ ماسے کی منظر آرائی میں معاون ہیں اور ہندی لفظیات کی جلوہ آرائی بھی کچھ کم نہیں؛ عربی اور فارسی کے متعدد الفاظ پنجابی اور راجستھانی تلفظ اور آہنگ میں نظم ہوئے۔ اسلوبِ اظہار اور لفظیات کا دروبست دیہاتی پس منظر میں پیش منظر کا وہ منظر نامہ مرتب کرتا ہے، جس سے بارہ ماسے کی عوامی اور لوک تہذیب کا معنوی پیرایۂ اظہار اپنی تمام تر جمالیات کے ساتھ دکھائی دیتا ہے، اِس سے اِس عوامی صنفِ سخن کا تہذیبی اور ثقافتی کینوس اپنی معنوی اور فکری وسعت آشنائی سے مملو ہو کر، صدیوں کے تناظر میں پھیلتی، اردو زبان کی اُس صدائے بازگشت سے باہم آمیخت ہو جاتا ہے، جو سلسلۂ چشتیہ کی خانقاہوں اور اُن کے حجروں کی پُر انوار مکالماتی صداقتِ احساس اور طرزِ اظہار کی جمالیاتی حقیقت سے منکشف ہو رہا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ اصنافِ سخن اور شعری ہئیتیں: تخلیق مرکز، لاہور: س۔ن: ص ۱۸۰

۲۔ بکٹ کہانی مرتبہ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی و ڈاکٹر مسعود حسین خاں: بارِ دوم ۱۹۸۶ء: ص ۵۔۶

۳۔ اردو میں بارہ ماسے کی روایت......مطالعہ و متن: اردو اکادمی، دہلی: بارِ دوم ۲۰۰۰ء: ص ۵۳

۴۔ تاریخِ مشائخ چشت: ادارۂ ادبیات، دہلی: بارِ دوم ۱۹۸۵ء: ص ۴۱۲۔۴۱۳

۵۔ بارہ ماہیۂ نجم (دیوناگری رسم الخط میں): فتح پور شیخاواٹی، درگاہِ عالیہ حاجی نجم الدین سلیمانی: ۱۴۲۹ھ: ص ۵۔۶